Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

# A Comparative Analysis of the Educational Methodology of the Prophetic Era and the Contemporary Pakistani Madaris System: In Light of the Principles of 'Tarbiyah' and 'Merit'

# عہدِ نبوی ﷺ کے تعلیمی منہج اور عصری پاکستانی دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کا تقابلی جائزہ: "تربیت" اور "میرٹ" کے اصولوں کی روشنی میں

**Muhammad Hamad**
Ph.D. Scholar, Qurtuba University of Science & Information Technology, D.I. Khan
**Email:** m.hamadsadiq786@gmail.com

**Prof. Dr. Fazli Ilahi Khan**
Professor, Qurtuba University of Science & Information Technology, D.I. Khan

## Abstract

The Partition of India in 1947 was one of the most traumatic events in the history of the subcontinent, resulting in widespread displacement, loss of life, social disintegration, and communal violence. Saadat Hasan Manto, one of the most prominent Urdu short-story writers, portrayed the human suffering and psychological devastation caused by Partition with remarkable realism and literary insight. This study critically examines the representation of the Partition of India, human tragedy, and communal violence in Manto's selected short stories. It explores how Manto exposes the brutality of communal hatred, the collapse of human values, the suffering of displaced communities, and the psychological consequences of political and social upheaval. The study also analyzes his portrayal of marginalized individuals, women, refugees, and victims of violence, highlighting the universal dimensions of human suffering beyond religious and communal identities. Through qualitative textual and critical analysis, the research investigates Manto's literary techniques, narrative style, symbolism, and humanistic perspective. It aims to demonstrate that Manto's fiction is not merely a literary record of Partition but also a powerful critique of extremism, intolerance, and the destruction of humanity. The study highlights the continuing relevance of Manto's literary vision in understanding communal conflict, human dignity, and the importance of interfaith and social harmony.

**Keywords:** Saadat Hasan Manto, Partition of India, Human Tragedy, Communal Violence, Urdu Short Stories, Humanism, Displacement, Religious Intolerance, Literary Criticism


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

## تعارف

پاکستان میں دینی مدارس صرف تعلیمی ادارے ہی نہیں بلکہ ایک مستقل تاریخی و سماجی حقیقت اور اسلامی تشخص کی تشکیل و بقاء کا سب سے مؤثر ذریعہ بھی رہے ہیں۔ وفاقی وزارتِ تعلیم کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق اس وقت پانچ وفاق المدارس کے تحت رجسٹرڈ مدارس کی تعداد 35,000 سے متجاوز ہے۔ یہ دینی مدارس ایک طرف کم ترین مالی خرچ پر ہزاروں طلبہ کو دینی تعلیم فراہم کرتے ہیں تو دوسری طرف گزشتہ کئی دہائیوں سے ان کا تعلیمی منہج، نصاب اور انتظامی ڈھانچہ علمی و عوامی حلقوں میں تنقید کی زد میں بھی ہے۔

واضح رہے کہ پاکستان میں یہ دینی مدارس پانچ مختلف وفاق المدارس کے تحت کام رہے ہیں جن میں دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث، شیعہ اور وفاق المدارس السلفیہ مکاتب فکر کے مدارس شامل ہیں، اور ان کے نصاب، انتظام اور تعلیمی کلچر میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور پایا جاتا ہے۔ تاہم ان کے مابین جو مشترک قابل اصلاح امور ہیں، وہی اس تحقیقی آرٹیکل کا موضوع ہیں۔

اس موضوع بحث کی نوعیت صرف علمی و تحقیقی ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ قومی سلامتی، سماجی ہم آہنگی اور فرد و معاشرے کی فکری اور نظریاتی تشکیل کے گہرے سوالات وابستہ ہیں، اس لئے ہم نے اس موضوع کو اپنی گفتگو کا محور بنانے کی جسارت کی ہے۔

موجودہ عالمی تعلیمی رجحانات میں جہاں تنقیدی سوچ (Critical Thinking)، تخلیقی صلاحیتوں اور قابلیت کی بنیاد پر ترقی اور پروموشن کو مرکزیت حاصل ہے، وہیں پاکستانی دینی مدارس کا نظامِ تعلیم و تنظیم بڑی حد تک ایک روایتی ڈھانچے میں مقید و محبوس ہے جس میں زبانی یادداشت (Rote Learning) کو فوقیت حاصل ہے، نصاب صدیوں پرانے متون اور ان کی شروحات کے گرد گھومتا ہے، اور استاد و شاگرد کے تعلقات میں سوال و استفسار کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہے، اور اس سے بری حالت ان مدارس کے انتظامی ڈھانچے کی ہے جو کہ اب ایک جاگیر دارانہ نظام کا عکس پیش کرتا ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی ہمارے قارئین کے پیشِ نظر رہے کہ ان کمزوریوں کی اصلاح کے لئے اٹھنے والی ہر آواز کو اربابِ مدارس ایک المناک حکمتِ عملی کے تحت "مغربی ایجنڈا" یا "اسلام دشمنی" قرار دے کر مسترد کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اصلاح کی ہر کوشش تعطل کا شکار ہو کر بیکار ہو جاتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارا یہ تحقیقی مضمون ایک فیصلہ کن علمی حل پیش کرتا ہے۔

ہمارا مرکزی مؤقف یہ ہے کہ موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے نظام پر تعمیری تنقید اور اس کی اصلاح کا سب سے معتبر، مسلّمہ اور ناقابلِ انکار معیار اور حوالہ خود رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں موجود ہے۔ یہ وہ میزان اور کسوٹی ہے جسے امتِ مسلمہ کا ہر مکتبِ فکر اجماعی طور پر حتمی تسلیم کرتا ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں "صفّہ" کا


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

مدرسہ اسلامی تاریخ کی پہلی باقاعدہ اقامتی یونیورسٹی تھی، جس میں علم، تربیت اور استاد و شاگرد کے تعلقات کے جو اصول متعین ہوئے، وہ آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ان اصولوں کو بحیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو ان میں دو تصورات بنیادی طور پر بہت نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتے ہیں، پہلا **"تربیت "** **(Tarbiyah)** یعنی حکمت، شفقت اور تدریج کے ذریعے کردار سازی، اور دوسرا اصول **"میرٹ (Merit)** "یعنی قابلیت اور ذہانت کی بنیاد پر پہچان، ترقی اور پروموشن۔

جب ہم انہی دو نبوی معیارات یعنی تربیت اور میرٹ کی روشنی میں موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے عمومی ماحول کا جائزہ لیتے ہیں، تو ایک بالکل واضح اور تکلیف دہ خلا سامنے آتا ہے۔ موجود پاکستانی دینی مدارس میں "تربیت" کے نام پر جسمانی و ذہنی سزا دینا ایک عام معمول ہے۔ طلبہ کی جانب سے علمی و فکری سوالات اٹھانے کو اکثر و بیشتر "بے ادبی" یا "دین میں فتنہ" قرار دے کر سختی سے دبا دیا جاتا۔ دوسری طرف "میرٹ" کی جگہ "سفارش"، "خاندانی نسبت" اور "مفاد پر مبنی وفاداری" نے لے لی ہے، جس کے نتیجے میں باصلاحیت طلبہ یا تو نظام سے بیزار ہو کر متبادل راہیں اختیار کرتے ہیں یا مجبوراً اسی "انا" اور "مفاد" کے کلچر کو آگے بڑھاتے ہیں جس کی بنیاد پر ان کی پرورش ہوئی ہوتی ہے۔

اس تحقیقی مضمون کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ کسی بیرونی یا مستشرقانہ نظریے کو بنیاد بنائے بغیر، امت کے متفقہ مرکزِ وفاداری یعنی سیرتِ نبوی ﷺ سے وہ معیارات اخذ کیے جائیں جن کی روشنی میں آج کے پاکستانی دینی مدارس کے تعلیمی منہج کا غیر جانبدارانہ اور علمی تجزیہ ممکن ہو سکے۔ یہ تحقیقی مضمون اس مرکزی سوال کا بھی جواب تلاش کرے گا کہ عہدِ نبوی ﷺ کے تعلیمی منہج میں "تربیت" اور "میرٹ" کے جو اصول متعین تھے، ان کی روشنی میں موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کا تقابلی جائزہ لینے سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں؟ اور اگر عہدِ نبوی ﷺ کے تعلیمی نظام ور موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے تعلیمی نظام میں اگر کوئی خلا ہے تو یہ خلا کس طرح مدارس کی داخلی ساخت، نصاب، اور استاد و شاگرد کے تعلقات میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کی اصلاح کے لیے سیرتِ طیبہ سے کیا راہ نما اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں؟

ہم یہاں یہ بات واضح کر دیں کہ یہ تجزیہ کسی جدید مغربی ماہرِ تعلیم کے نظریات کا اطلاق نہیں، بلکہ خود اسوۂ حسنہ کو عملی معیار بنا کر کیا جائے گا۔ طریقۂ کار کے اعتبار سے یہ ایک کوالیٹیٹو اور تقابلی مطالعہ ہے، جس میں بنیادی ماخذ قرآن، کتبِ احادیث اور کتبِ سیرت کے تجزیے کو موجودہ مدارس کے بارے میں دستیاب علمی تحقیق کے ساتھ تقابلی انداز میں پیش کرنا ہے۔


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

## عہدِ نبوی ﷺ میں تعلیم کا تصور اور مقصد

دینِ اسلام میں تعلیم کا تصور محض معلومات کی منتقلی یا پیشہ ورانہ تربیت تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد ایک جامع اور روحانی مقصد پر قائم ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں علم کی فضیلت، اس کا مقصد، اور اس کی فراہمی کا طریقہ کسی فلسفیانہ بحث کا نتیجہ نہیں بلکہ قرآن و سنت کی روشن تعلیمات اور خود نبی اکرم ﷺ کے عملی اُسوہ کا مظہر ہے۔ اس عنوان کے تحت ہم تین بنیادی پہلوؤں پر گفتگو کریں گے۔

1۔ علم کی فضیلت اور اس کے بنیادی مقاصد یعنی تزکیۂ نفس، تعلق باللہ، اور خدمتِ خلق۔
2۔ تعلیم کو بطور "اُسوہ" قائم کرنا، جہاں نبی کریم ﷺ کی ذات بطور "معلم" اور زندہ نمونہ جلوہ گر ہے۔
3۔ دنیاوی اور دینی علوم کی تفریق کا فقدان، جس کی عملی مثال صفہ کے مدرسے کا ہمہ گیر نصاب ہے۔

### علم کی فضیلت اور بنیادی مقاصد

اسلام نے علم کو جس عظمت سے نوازا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ فکر میں نہیں ملتی۔ قرآن مجید کی ابتدائی نازل شدہ آیات ہی میں پڑھنے اور علم حاصل کرنے کو رب العالمین کی ربوبیت سے جوڑا گیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ"

ترجمہ: "آپ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے"۔[1]

یہ حکم اس بات کا واضح اعلان ہے کہ حقیقی علم کا سرچشمہ خالق کائنات کی ذات ہے اور اس کا حصول رب کے نام سے، یعنی اس کی رضا و اطاعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ہونا چاہیے۔ علم کے حصول کو شریعت نے فرض قرار دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَةٌ عَلَى کُلِّ مُسْلِمٍ"

ترجمہ: "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔[2]

یہاں "علم" سے مراد صرف دینی عبادات کی معلومات نہیں، بلکہ ہر وہ علم نافع ہے جو انسان کو اس کے خالق، اس کے اپنے نفس، اور اس کے ارد گرد کی مخلوق کے بارے میں آگاہی فراہم کرے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں علم کے حصول کا مقصد کبھی بھی محض فکری تفاخر، مناظرے بازی، یا دنیاوی منصب کا حصول نہیں رہا۔ اس کا پہلا اور مرکزی ہدف تزکیۂ نفس تھا، جسے قرآن نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد بتایا ہے:

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ"

ترجمہ: "وہی وہ ذات ہے جس نے امیین میں سے ہی ایک ایسا رسول بھیجا جو ان کے سامنے اپنے رب کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔[3]


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

"تزکیہ" کا مطلب ہے انسانی نفس کو آلائشوں سے پاک کرنا، بایں طور کہ اس میں خوف خدا پیدا ہو اور وہ حق کو قبول کرنے کے قابل ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں علم رکھنے والوں کو حقیقی طور پر خوف خدا رکھنے والا کہا گیا ہے کیونکہ وہ علم حقیقی کے حصول کی وجہ سے تزکیہ نفس کی صفت کے ساتھ متصف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

"اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا"

ترجمہ: "در حقیقت اللہ کے بندوں میں علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں"۔ اس آیت میں یہ بھی واضح ہے کہ علم کا حقیقی ثمرہ خشیتِ الٰہی ہے، اور جس علم سے یہ خشیت پیدا نہ ہو وہ علم نہیں بلکہ معلومات کا بوجھ ہے۔[4]

تزکیہ کے بعد "تعلق باللہ" علم کا دوسرا بنیادی مقصد تھا۔ علم کا مطلوب یہ تھا کہ بندہ اپنے خالق کو پہچانے، اس کی صفات کو جانے، اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر اس کا قرب حاصل کرے۔ نبی ﷺ کی دعا ہے

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا"

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں"۔[5]

اس بات کا ثبوت ہے کہ جس علم سے اللہ سے تعلق مضبوط نہ ہو، وہ نافع نہیں ہے۔ ان دو مقاصد کے بعد خدمتِ خلق علم کا لازمی نتیجہ تھی۔ عہدِ نبوی میں علم کا حامل شخص معاشرتی و سماجی ذمہ داریوں سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ نشین نہیں ہو جاتا تھا، بلکہ وہ امت کے مسائل حل کرنے، ان کی رہنمائی کرنے، اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ بنتا تھا۔ اس حقیقت کی ایک عملی تصویر غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں وہ فیصلہ ہے جس کے تحت جن کے پاس فدیہ دینے کے لیے مال نہیں تھا، انہوں نے دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر اپنی رہائی حاصل کی۔[6] علم کا یہی تصور ہے جو ایک عالم کو محض معلومات کا ذخیرہ نہیں، بلکہ معاشرے کی تعمیر و ترقی کا محور بنا دیتا ہے۔

**تعلیم بطور "اُسوہ حسنہ" نہ کہ محض "معلومات"، نبی کریم ﷺ کی ذات بطور معلم اور زندہ نمونہ**

عہدِ نبوی کی تعلیم کا سب سے نمایاں اور منفرد پہلو یہ بھی ہے کہ یہاں تعلیم کتابی معلومات سے کہیں بڑھ کر ایک زندہ عملی نمونے کی صورت میں موجود تھی۔ نبی کریم ﷺ محض ایک مقرر یا مدرس نہیں تھے بلکہ آپ ﷺ "مُعَلِّم" تھے اور آپ ﷺ کی پوری زندگی "اُسوۂ حسنہ" تھی۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" ۔

ترجمہ: "یقین جانو تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے"۔[7]


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

یہ آیت محض ایمانیات تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کو ایک معاشرے کے ہر شعبے بشمول تعلیم و تربیت کے لیے ایک جامع نمونہ قرار دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی بعثت کا مقصد تعلیم و تدریس کو قرار دیتے ہوئے ایک بار فرمایا:

"إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعَنِّتًا وَّلَا مُتَعَنِّتًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا"

ترجمہ: "بے شک اللہ نے مجھے سختی کرنے والا اور دشواری میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ اس نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے جو آسانی پیدا کرتا ہے"۔[8]

لفظ "مُيَسِّرًا" تعلیم کے اس اصول کی نشاندہی کرتا ہے کہ علم کی پیچیدگیوں کو شفقت اور تدریج کے ساتھ آسان بنایا جائے، نہ کہ طلبہ پر بوجھ ڈال کر انہیں فرار پر مجبور کیا جائے، اس لئے آپ ﷺ کی ذات بطور معلم قرآن کی عملی تفسیر تھی۔ حضرت عائشہ سے جب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ"

ترجمہ: "آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا"۔[9]

یہ وہ مقام ہے جہاں علم اور عمل کا فرق مٹ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ سکھایا، اس پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ نماز سکھائی تو خود کھڑے ہو کر صحابہ کرام کے سامنے ادا کی اور فرمایا:

"صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ"

ترجمہ: "تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"[10]

یہ طریقہ تعلیم محض معلومات کو دماغ میں بھرنے کا نام نہیں تھا، بلکہ انسان کے دل و دماغ کو اس طرح ڈھالنے کا نام تھا کہ وہ علم کو اپنے کردار میں جذب کر لے۔ نبی کریم ﷺ نے کبھی صحابہ کو صرف لیکچر نہیں دیا، بلکہ ان کے ساتھ چلے، ان کے ساتھ کھایا پیا، اور ان کے مسائل کو اپنی زندگی میں حل کر کے دکھایا۔ اس تعلیمی انقلاب کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم ان کے عمل سے جدا نہیں ہوتا تھا اور وہ دنیا کے سامنے چلتے پھرتے قرآن بن کر آئے۔

### دنیاوی اور دینی علوم کی تفریق کا فقدان

عہدِ نبوی کی تعلیم کا تیسرا اہم اصول دینی اور دنیاوی علوم کی تقسیم کا نہ ہونا تھا۔ اسلام نے علم کو "نافع" اور "غیر نافع" کے خانوں میں تقسیم کیا ہے، نہ کہ "دینی" اور "دنیاوی" کے خانوں میں۔ آج کی طرح دینی تعلیم کو دنیاوی علوم سے کاٹ کر ایک الگ دائرے میں رکھنے کا تصور اس دور میں ناپید تھا۔ اس ہمہ گیری کی سب سے روشن مثال مدینہ منورہ میں "صفہ" کا وہ مدرسہ ہے، جسے اسلامی تاریخ کی پہلی باقاعدہ رہائشی جامعہ کہا جا سکتا ہے۔


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

اصحاب صفہ نے وہاں صرف قرآن و حدیث کی تعلیم ہی حاصل نہیں کی، بلکہ ان کا نصاب اس قدر وسیع تھا کہ اس میں لکھائی، تلاوت، حفظِ قرآن، شاعری، اخلاقیات، اور جنگی تربیت سبھی شامل تھے۔ لکھنے پڑھنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد جنگی قیدیوں سے فدیہ وصول کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی رکھا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھائیں۔[11] یہ تاریخ کا وہ سنہری موقع تھا جب ریاست نے باقاعدہ شرح خواندگی بڑھانے کے لیے منصوبہ بندی کی۔

جنگی تربیت کو بھی دین کا حصہ سمجھا جاتا تھا، کیونکہ امت کی حفاظت فرض تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ"

ترجمہ: "آگاہ رہو کہ طاقت تیر اندازی ہے، آگاہ رہو کہ طاقت تیر اندازی ہے"۔[12]

قرآن مجید نے بھی مسلمانوں کو ہدایت دی:

"وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ"

ترجمہ: "اور تم ان کے مقابلے کے لیے جتنی طاقت ہو سکے تیار رکھو"۔[13]

اس آیت اور حدیث کی روشنی میں جسمانی تربیت اور فنونِ حرب کو دینی فریضہ سمجھا جاتا تھا، اور صحابہ کرام عملاً ان مہارتوں میں ماہر تھے۔

اسی طرح زبان دانی کو بھی اہم مقام حاصل تھا۔ نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ سریانی زبان سیکھیں۔ تاکہ وہ وفود جو اس زبان میں بات کرتے ہیں یا خط و کتابت کرتے ہیں ان کے ساتھ سفارت کاری میں آسانی ہو سکے۔[14] اس واقعہ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: ایک یہ کہ غیر مسلموں کی زبان سیکھنا بھی امت کے مفاد کے لیے ضروری تھا، اور دوسرے یہ کہ اسے دینی تعلیم سے الگ نہیں سمجھا جاتا تھا۔

غرض یہ کہ صفہ کے مدرسے میں علم کا تصور اس قدر جامع تھا کہ مسجد بیک وقت عبادت گاہ، یونیورسٹی، اور تربیت گاہ تھی۔ اس نظام میں جسم کو مضبوط بنانے، دماغ کو علم سے روشن کرنے، اور روح کو اللہ سے جوڑنے کے تینوں عمل ایک ساتھ جاری رہتے تھے۔ یہی وہ ہمہ گیر تعلیم تھی جس نے بدوؤں کو دنیا کا امام بنا دیا۔

## عہدِ نبوی ﷺ میں "تربیت" (کردار سازی) کا اصول

عہدِ نبوی میں تعلیم کا پہلا اور بنیادی ستون "تربیت" تھا، جس سے مراد محض اخلاقی وعظ نہیں تھا، بلکہ یہ انسان کے دل، دماغ اور عمل کی اس منظم اور حکیمانہ تشکیل کا نام ہے جو اسے خالق کی مرضی کے مطابق ڈھال دے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک تربیت تھا، جیسا کہ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ"

ترجمہ: "وہی وہ ذات ہے جس نے امیین میں انھیں میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جو ان پر اللہ تعالی کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔[15]


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

اس آیت میں "یُزَکِّیْہِمْ"، "وہ ان کا تزکیہ کرتے ہیں" کا لفظ "یُعَلِّمُہُمُ"، "وہ انہیں تعلیم دیتے ہیں" سے پہلے آیا ہے۔ یہ ترتیب اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ حقیقی علم اور قابلیت سے پہلے نفس کی تطہیر اور روحانی تربیت لازم ہے۔ جب تک باطن درست نہ ہو، علم و قابلیت فتنے کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے اس تحقیقی آرٹیکل میں تربیت کو میرٹ سے مقدم رکھا ہے، کیونکہ یہی قرآنی ترتیب ہے اور یہی نبوی منہج بھی ہے۔ اس عنوان میں ہم عہدِ نبوی ﷺ کی تربیتی حکمتِ عملی کے تین نمایاں پہلوؤں کا تجزیہ کریں گے: تدریج و حکمت کا طریقہ، شفقت و نرمی کا عنصر، اور استاد و شاگرد کے درمیان محبت و مشاورت پر مبنی رشتہ۔

### تربیت کا تدریجی اور حکیمانہ طریقہ

اسلامی شریعت کی تشکیل اور انسانی نفسیات کی اصلاح میں تدریج (Gradualism) ایک ایسا اصول ہے جس نے جاہلیت کے پتھر دل انسانوں کو رحم دِل اور فرماں بردار بنا دیا۔ قرآن مجید ایک ساتھ تمام احکام لیکر نازل نہیں ہوا، بلکہ اس نے 23 سال کے عرصے میں قدم بہ قدم معاشرے کو اس قابل بنایا کہ وہ الٰہی احکام کو قبول کر سکے۔ اس تدریجی تربیت کی سب سے واضح مثال شراب کی حرمت کا مرحلہ وار نزول ہے۔

پہلے مرحلے میں قرآن نے شراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

**"وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا"**

ترجمہ: "اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے تم نشہ آور چیز اور اچھی روزی بناتے ہو"۔[16]

اس آیت میں شراب کو "رزق حسن" کے مقابلے میں رکھ کر اس کی کمتری کی طرف اشارہ کیا گیا، مگر اسے صراحتاً حرام قرار نہیں دیا گیا۔ دوسرے مرحلے میں جب لوگوں نے شراب کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

**"يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ، وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا"**

ترجمہ: "وہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے واسطے کچھ فائدے بھی ہیں"۔[17]

یہاں گناہ اور نفع کا موازنہ پیش کر کے عقلی سطح پر تیاری کی گئی۔ تیسرے مرحلے میں حکم آیا:

**"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ"**

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم نشے میں ہو تو نماز کے قریب بھی مت جایا کرو یہاں تک کہ تم اپنی کہی ہوئی باتیں سمجھنے لگو (یعنی تمہارے ہوش و حواس بحال ہو جائیں"۔[18]

اس آیت نے نماز کے اوقات میں شراب نوشی سے منع کر دیا۔ آخر کار چوتھے مرحلے میں قطعی حرمت کا حکم آیا:

**"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"**

ترجمہ: "اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور پانسے کے تیر ناپاک اور شیطان کا عمل ہیں، ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو سکو"۔[19]


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

اس تدریج نے عربوں کی شراب نوشی کی صدیوں پر محیط عادت کو چند سالوں میں اس طرح ختم کر دیا کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب کی ندیاں بہادی گئیں۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی تو ہم ابو طلحہ کے گھر تھے، انہوں نے شراب کا مٹکا لا کر گلی میں انڈیل دیا اور پھر دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔[20] یہ تدریج کا وہ معجزہ تھا جو زبردستی اور سختی سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ تدریجی تربیت نبی کریم ﷺ کی تعلیمی حکمت کا بھی حصہ تھی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قرآن کے ابتدائی دور میں صرف جنت و جہنم کے بارے میں آیات نازل ہوتی تھیں، پھر جب لوگوں کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے تو حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے۔[21] یہ طریقہ بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کو سمجھ کر ان کی تربیت کی، نہ کہ یکدم سخت احکام نافذ کر کے انہیں فرار ہونے پر مجبور کیا۔ تربیت کے اس تدریجی اصول کو آج کے مدارس کے نصاب اور طریقۂ تدریس میں بھی اپنانے کی اشد ضرورت ہے بایں طور کہ بچوں کی عمر، صحت اور ذہنی پختگی کو دیکھتے ہوئے انھیں بتدریج آسان سے مشکل علوم کی طرف لے جانا چاہیے۔

**شفقت اور نرمی کا عنصر**

نبی کریم ﷺ کی تربیتی حکمتِ عملی کا سب سے نمایاں وصف شفقت، نرمی اور تحمل تھا۔ قرآن مجید نے آپ ﷺ کے اس وصف کو ان الفاظ میں بیان کیا:

**"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ"**

ترجمہ: یہ خدا کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم ہیں، اگر آپ تند اور سخت دل ہوئے تو لوگ آپ کے ارد گرد اس طرح جمع نہ ہوتے"۔[22]

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اگر آپ ﷺ سخت دل اور تند خو ہوتے تو لوگ آپ کے گرد جمع ہونے کی بجائے منتشر ہو جاتے۔ تربیت کے میدان میں یہ آیت ایک اصولِ کلی کی حیثیت رکھتی ہے کہ سیکھنے والوں کو اپنے گرد جمع رکھنے کے لیے نرمی اور شفقت ضروری ہے، سختی اور غصہ نہیں۔

اس اصول کی عملی تصویر ایک انتہائی متاثر کن واقعہ ہے جسے حضرت معاویہ بن الحکم السلمی نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی شخص کو چھینک آئی تو میں نے نماز ہی میں کہہ دیا:

**"يَرْحَمُكَ اللهُ"**

(کیونکہ انھیں معلوم نہیں تھا کہ نماز میں بولنا ممنوع قرار دے دیا گیا ہے) لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا تو میں نے کہا: "میری ماں مجھے کھو دے، تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟" انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ نماز کے بعد نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں: "میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کی قسم! آپ نے مجھے نہ ڈانٹا، نہ مارا، اور نہ ہی مجھے برا بھلا کہا، بلکہ صرف اتنا فرمایا:


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

"إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ"

ترجمہ: "بے شک اس نماز میں لوگوں کا کوئی بھی کلام مناسب نہیں، یہ تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے"۔[23]

یہ واقعہ اس بات کا شاندار نمونہ ہے کہ غلطی کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ یا جسمانی سزا دینے کی بجائے حکمت اور نرمی کے ساتھ اس کی درست رہنمائی کرنا ہی نبوی تربیت کا منہج ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ اس نوجوان کا ہے جو نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے۔" لوگ اس پر چیخے، لیکن نبی کریم ﷺ نے اسے قریب بلایا اور نہایت شفقت سے پوچھا: "کیا تم پسند کرو گے کہ یہ کام تمہاری ماں کے ساتھ کیا جائے؟" اس نے کہا: "نہیں، اللہ کی قسم!"۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے اس کی بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کے حوالے سے یہی سوال دہرایا، اور ہر بار اس نے انکار کیا۔ آخر میں آپ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا دی:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ"

ترجمہ: "اے اللہ! اس کے گناہ بخش دے، اس کے دل کو پاک کر دے، اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما"۔[24]

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ نوجوان سب سے زیادہ پاک دامن تھا۔ یہ نبوی تربیت کا وہ اعجاز ہے جس میں سخت ترین خواہشات کو منطق، محبت اور دعا سے بدل دیا گیا۔

اسی سلسلے میں وہ واقعہ بھی انتہائی اہم ہے جو مسجدِ نبوی میں پیش آیا جب ایک دیہاتی اعرابی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام اس کی طرف لپکے تاکہ اسے روکیں، لیکن نبی کریم ﷺ نے انہیں فوراً حکم دیا:

"دَعُوْهُ" یعنی "اسے چھوڑ دو"۔

جب وہ فارغ ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور انتہائی نرمی سے فرمایا:

"إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ"

ترجمہ: "بے شک یہ مساجد پیشاب اور گندگی کے لیے نہیں ہیں، یہ تو صرف اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں"۔[25]

اس واقعے میں نبی کریم ﷺ نے جہالت اور غلطی کرنے والے کو ڈانٹنے، مارنے یا ذلیل کرنے کی بجائے حکمت اور تحمل سے مسئلے کی اصل حقیقت سمجھائی۔ یہ طرزِ عمل تربیت کے اس اصول کو واضح کرتا ہے کہ انسان کی عزتِ نفس کا تحفظ کرتے ہوئے اس کی اصلاح کرنا ہی نبوی منہج ہے۔


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

**استاد اور شاگرد کا رشتہ: مشاورت، محبت اور عزتِ نفس کی حفاظت**

عہدِ نبوی میں استاد اور شاگرد کے درمیان کبھی بھی "آقا اور غلام" جیسا رشتہ نہیں رہا، بلکہ وہ رشتہ باہمی محبت، احترام، مشاورت، اور اپنائیت پر قائم تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ساری زندگی میں کبھی اپنے شاگردوں یعنی صحابہ کرام کو اپنی انا کے سامنے جھکنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ ان کی رائے کی قدر کی، ان سے مشورہ کیا، اور ان کی عزتِ نفس کا ہمیشہ خیال رکھا۔

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے مشاورت کا ایک کلچر ترتیب دیا تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا:

**"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"**

ترجمہ: "اور ان سے معاملات میں مشورہ کرو"۔[26]

اسی حکم ربانی پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے غزوۂ بدر میں حباب بن منذرؓ کی رائے پر لشکر کی جگہ تبدیل کی تھی۔[27] غزوۂ احد میں اکثر صحابہ کرام کی رائے قبول کرتے ہوئے مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔[28] اور غزوۂ خندق میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر خندق کھودنے کی حکمتِ عملی اپنائی۔[29] یہ مشاورت کسی دکھاوے کے لیے نہیں تھی، بلکہ اس سے صحابہ کرام میں اعتماد، ذمہ داری کا احساس اور اجتماعی شعور پیدا ہوا۔ یہی وہ تربیت تھی جس نے انہیں قیادت کے لیے تیار کیا۔

اور اگر آپ ﷺ کی محبت اور اپنائیت کی بات کی جائے تو نبی کریم ﷺ کی ذات صحابہ کے لیے استاد بھی تھی اور شفیق باپ بھی۔ آپ ﷺ نہ صرف انہیں تعلیم دیتے بلکہ ان کے جذبات کا بھی خیال رکھتے۔ حضرت انس بن مالک دس سال تک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

**"خدمتُ النَّبِي ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ، فَمَا قَالَ لِيْ أُفٍّ قَطُّ، وَلَا لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ؟"**

ترجمہ: "میں نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت کی، اس دوران آپ نے کبھی مجھے "اُف" تک نہیں کہا، اور نہ ہی کسی کام پر جو میں نے کیا یہ کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور نہ ہی کسی کام پر جو میں نے چھوڑا یہ کہا کہ تم نے اسے کیوں چھوڑا؟"۔[30]

دس سال تک ایک نوجوان لڑکے سے کبھی بھی جھڑک کر بات نہ کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک شاگرد کی عزتِ نفس کس قدر اہم تھی۔

اسی طرح محبت اور شفقت کی ایک اور مثال نبی کریم ﷺ کا بچوں کے ساتھ سلوک ہے۔ آپ ﷺ اپنی نواسی حضرت امامہ بنت ابی العاص کو کندھے پر بٹھا کر نماز پڑھتے تھے، جب سجدے میں جاتے تو انہیں اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو دوبارہ اٹھا لیتے[31] یہ معمولی سا واقعہ تعلیم و تربیت کے اس اصول کو قائم کرتا ہے کہ عبادت کی ادائیگی بھی شفقت اور تعلق کے تقاضوں سے کٹی ہوئی نہیں ہونی چاہیے۔


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

یہ تمام مثالیں مل کر اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ عہدِ نبوی میں "تربیت" محض ایک لفظ نہیں تھا، بلکہ ایک مسلسل عمل تھا جو تدریج، شفقت، محبت، مشاورت، اور عزتِ نفس کی حفاظت کے اصولوں پر قائم تھا۔ یہی وہ بنیاد تھی جس پر بعد میں میرٹ اور قابلیت کا پورا ڈھانچہ کھڑا ہوا۔ جب باطن درست ہو، کردار سنورا ہوا ہو، اور استاد و شاگرد کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو، تب ہی قابلیت اور ذہانت امت کے کام آتی ہے۔ استاد اور شاگرد کے درمیان یہ رشتہ ایک زندہ مثال تھا، جس نے گمراہی اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی قوم کو دنیا کا معلم و رہبر بنا دیا تھا۔

## عہدِ نبوی ﷺ میں "میرٹ" کا اصول

اسلامی تعلیمات میں "میرٹ" یا قابلیت کو وہ بنیادی معیار قرار دیا گیا ہے جس کی بنیاد پر انسان کی انفرادی قدر و قیمت کا تعین ہوتا ہے۔ گزشتہ بحث میں ہم نے دیکھا کہ تربیت کس طرح انسان کے باطن کو سنوارتی ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ جب باطن سنور جائے اور کردار درست ہو جائے تو میرٹ کا اصول کس طرح اس سنورے ہوئے انسان کو اس کی قابلیت کے مطابق آگے لاتا ہے۔ قرآن مجید نے میرٹ کے اس اصول کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا:

"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ"

ترجمہ: "بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"۔[32]

یہ آیت کسی بھی موروثی یا طبقاتی برتری کی نفی کرتے ہوئے تقویٰ اور ذاتی خوبیوں کو عزت و ذمہ داری کی بنیاد قرار دیتی ہے۔

عہدِ نبوی ﷺ میں اس آیت کی عملی تفسیر خود رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں افراد کی قابلیت کو پہچانا، ان کی صلاحیتوں کو نکھارا، انہیں ان کی اہلیت کے مطابق اہم ترین ریاستی و دینی ذمہ داریاں سونپیں، اور اس پورے عمل میں ایک ایسی تعلیمی و سماجی فضا قائم کی جہاں عمر، نسب اور رسمی حیثیت کی بجائے ذاتی صلاحیت، مہارت اور مکالمے کی آزادی کو فروغ حاصل تھا۔ اس بحث میں ہم انفرادی صلاحیتوں کی پہچان، عمر و نسب پر قابلیت کی فوقیت، اور سوال و مکالمے کی آزادی کے حوالے سے چند نمایاں مثالوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

### انفرادی فقاہت کی بنیاد پر ریاستی ذمہ داری: حضرت معاذ بن جبلؓ کی یمن کی گورنری

اسلامی تاریخ میں میرٹ کے اصول کی ایک شان دار مثال نبی کریم ﷺ کا حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر اور معلم بنا کر بھیجنا ہے۔ ابن ہشامؒ (متوفی ۲۱۸ھ) نے اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں یمن روانہ کیا اور یمن روانہ کرتے وقت نبی کریم ﷺ نے انہیں جو نصیحتیں فرمائیں وہ ان کی قابلیت اور ذمہ داری کی سنگینی کو ظاہر کرتی ہیں۔[33] روانگی کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا:


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

"يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ، وَبَشِّرْ وَلَا تُنَفِّرْ"

ترجمہ: "آسانی پیدا کرنا، دشواری نہ ڈالنا، خوشخبری دینا، نفرت نہ دلانا"۔[34]

یہ تقرری اس اصول کو واضح کرتی ہے کہ نبی ﷺ کے نزدیک کسی بڑے عہدے کے لیے انتخاب کا پیمانہ قابلیت، فقاہت اور علمی پختگی تھی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا تھا:

"اَعْلَمُ اُمَّتِیْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ"

ترجمہ: "میری امت میں حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے"۔[35]

یہی وہ بنیاد تھی جس پر انہیں یمن کی گورنری جیسی اہم ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ پورا واقعہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک علمی قابلیت ہی ذمہ داری کا اصل معیار تھی۔

یہاں ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ پہلے ان افراد میں سے تھے جنہوں نے تربیتِ نبوی کا مکمل فیض حاصل کیا تھا۔ ان کی قابلیت تربیت کے بغیر ممکن نہ تھی، اور تربیت نے ہی ان کی قابلیت کو نکھارا تھا۔ یہی وہ ربطِ لازم ہے جو تربیت اور میرٹ کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے۔

**ذہنی صلاحیتوں کا اعتراف اور استعمال: حضرت زید بن ثابتؓ کو سریانی زبان سکھانے کا حکم**

نبی کریم ﷺ کی میرٹ پر مبنی پالیسی کی دوسری نمایاں مثال حضرت زید بن ثابت کا وہ واقعہ ہے جس میں آپ ﷺ نے ان کی غیر معمولی ذہانت اور سیکھنے کی صلاحیت کو پرکھتے ہوئے انہیں ایک غیر ملکی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ حضرت زیدؓ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اِنِّیْ اَکْتُبُ اِلٰی قَوْمٍ فَاَخَافُ اَنْ یَّزِیْدُوْا عَلَیَّ اَوْ یَنْقُصُوْا، فَتَعَلَّمِ السُّرْیَانِیَّةَ"

ترجمہ: "میں ایک قوم کو خط لکھتا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ وہ اس میں اضافہ یا کمی کر دیں، لہٰذا تم سریانی زبان سیکھ لو"۔[36]

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پندرہ دن کے اندر یہ زبان اس طرح سیکھ لی کہ آپ ﷺ کے خطوط لکھتا اور ان کی طرف سے آنے والے خطوط آپ ﷺ پڑھ کر سناتا تھا۔ یہ واقعہ کئی جہات سے میرٹ کے اصول کو واضح کرتا ہے۔

**پہلی بات:** آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو محض ایک عام طالب علم نہیں رہنے دیا، بلکہ ان کی ذہانت اور حفظ کی قوت کو دیکھتے ہوئے انہیں امت کی ایک اہم ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ بنایا اور انھیں اپنی منسٹری آف فورین افیئرز میں ایک اہم ذمہ داری دی۔

**دوسری بات:** غیر ملکی زبان سیکھنے کو دینی علم سے الگ نہیں سمجھا گیا اور ضرورت کے تحت اسے سیکھنے پر زور دیا۔

**تیسری بات:** عمر کوئی رکاوٹ نہیں بنی؛ حضرت زیدؓ اس وقت نوعمر تھے، مگر ان کی صلاحیت کو عمر پر ترجیح دی گئی۔


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

بعد کے ادوار میں بھی یہی ذہانت انہیں وہ مقام عطا کرتی رہی۔ حضرت ابو بکر صدیق کے دور میں جب قرآن مجید کو یکجا کرنے کا فیصلہ ہوا تو اس عظیم الشان کام کے لیے بھی حضرت زید بن ثابتؓ ہی کا انتخاب کیا گیا، جس کی بنیادی وجہ ان کا کتابتِ وحی کا تجربہ، امانت داری اور ذہنی صلاحیت تھی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی انھیں اس ذمہ داری کے لئے منتخب کیا گیا۔[37] یہاں بھی یاد رہے کہ حضرت زیدؓ کی یہ قابلیت ان کی تربیت کا ثمرہ تھی۔ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہ کر انہوں نے جو امانت داری اور ذمہ داری کا وصف حاصل کیا، وہی ان کی قابلیت کو مزید نکھارتا رہا۔

### مہارت کی بنیاد پر علمی سرداری: حضرت ابی بن کعبؓ کو "سید القراء" کا خطاب

میرٹ کے نبوی اصول کی تیسری روشن مثال حضرت ابی بن کعب کو قرآن مجید کی قراءت میں ان کی مہارت کی بنا پر "سید القراء" (قاریوں کے سردار) کا خطاب عطا کیا جانا ہے۔ یہ کوئی موروثی لقب نہیں تھا، بلکہ نبی کریم ﷺ نے ان کی اس انفرادی مہارت کو دیکھتے ہوئے خود انہیں یہ اعزاز بخشا، جس نے ان کی فضیلت کو رہتی دنیا تک کے لیے قائم کر دیا۔

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ"

ترجمہ: "بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر قرآن پڑھوں"۔[38]

یہ مقام کسی اور صحابی کو حاصل نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ خود انہیں سنانے کے لیے قرآن کی تلاوت فرمائیں۔ ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے صراحتاً فرمایا:

"اَقْرَأُ اُمَّتِیْ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ"

ترجمہ: "میری امت میں سب سے بہترین قاری ابی بن کعب ہیں"۔[39]

اور ایک روایت میں یوں ہے:

"اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ سَیِّدُ الْقُرَّاءِ"

ترجمہ: "ابی بن کعب قاریوں کے سردار ہیں"۔[40]

یہ اعزاز کسی خاندانی وراثت یا سفارش کی بنا پر نہیں ملا، بلکہ یہ حضرت ابی بن کعبؓ کی اس انفرادی محنت اور مہارت کا ثمرہ تھا جو انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت، حفظ اور اس کی تعلیم میں حاصل کی تھی۔ اور یہ محنت بھی تربیتِ نبوی کے سائے میں پروان چڑھی تھی، کیونکہ جس شخص کا باطن سنورا ہوا نہ ہو وہ قرآن کے ساتھ یہ گہرا تعلق قائم ہی نہیں کر سکتا۔


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

**عمر اور نسب کی بجائے صلاحیت کو ترجیح: حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سپہ سالاری**

میرٹ کے اصول کا ایک انتہائی جرات مندانہ اور واضح اطلاق نبی کریم ﷺ کا حضرت اسامہ بن زید کو ایک بڑے لشکر کا سپہ سالار مقرر کرنا ہے۔ یہ لشکر 11 ہجری میں نبی کریم ﷺ کی وفات سے قبل ترتیب دیا گیا تھا۔ حضرت اسامہؓ کی عمر اس وقت انیس سے بیس برس کے لگ بھگ تھی، اور ان کے والد حضرت زید بن حارثہؓ ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ اس تقرری پر جب بعض لوگوں نے کلام کیا تو نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اس فیصلے کا دفاع کیا بلکہ اس پر تنقید کرنے والوں کی سرزنش بھی فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو لوگوں نے ان کی امارت پر طعن کیا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

**"إِنْ تَطْعُنُوْا فِي إِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُوْنَ فِي إِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ، وَاَيْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِّلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهٗ"**

ترجمہ: "اگر تم اس کی امارت پر طعن کرتے ہو تو تم اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی طعن کرتے تھے، اور اللہ کی قسم وہ امارت کا اہل تھا، اور وہ میرے نزدیک سب سے محبوب لوگوں میں سے تھا، اور یہ اسامہ اس کے بعد میرے نزدیک سب سے محبوب لوگوں میں سے ہے"۔[41]

یہ واقعہ اس اصول کو ہمیشہ کے لیے قائم کر دیتا ہے کہ اسلام میں قیادت اور ذمہ داری کا معیار عمر یا حسب و نسب نہیں بلکہ قابلیت، امانت داری اور کردار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ایک نوجوان کو اکابر پر مقدم کیا بلکہ پوری امت کو یہ پیغام دیا کہ میرٹ کو ہر حال میں فوقیت حاصل ہو گی۔ اور یہاں بھی یہ بات قابل توجہ ہے کہ حضرت اسامہؓ کی اس قابلیت کے پیچھے تربیتِ نبوی کا وہ سایہ تھا جس میں وہ پلے بڑھے تھے۔

**سوال اور مکالمے کی آزادی: میرٹ پر مبنی تعلیمی فضا کا قیام**

میرٹ کے تصور کا ایک لازمی جزو وہ تعلیمی ماحول ہے جہاں ہر فرد، خواہ اس کا کوئی بھی عمر، جنس یا معاشرتی مرتبہ ہو، کو سوال کرنے، رائے دینے اور غلطی کرنے کے بعد اصلاح کا حق حاصل ہو۔ عہدِ نبوی میں یہ آزادی اپنے عروج پر تھی۔ واضح رہے کہ یہ آزادی تربیت کے بغیر ممکن نہیں تھی، کیونکہ جس معاشرے میں شفقت، احترام اور عزتِ نفس کا کلچر نہ ہو وہاں سوال کرنے کی آزادی بھی نہیں پنپ سکتی۔

**خواتین کا براہِ راست علمی سوال:** ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

**"يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا لَنَا لَا نُذْكَرُ فِي الْقُرْاٰنِ كَمَا يُذْكَرُ الرِّجَالُ؟"**

ترجمہ: "یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ قرآن میں ہمارا تذکرہ اس طرح نہیں ہوتا جس طرح مردوں کا ہوتا ہے؟"


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

اس سوال پر فوراً قرآن مجید میں الاحزاب کی آیت نمبر 35 نازل ہوئی:

"اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ..."

جس نے خواتین کے مقام و مرتبے کو مردوں کے برابر واضح کر دیا۔[42] یہ واقعہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مجلسِ نبوی میں خواتین کو بھی براہِ راست علمی سوال اٹھانے کی پوری آزادی تھی، اور ان کے سوال کو نہ صرف غور سے سنا گیا بلکہ اس پر وحی الٰہی بھی نازل ہوئی۔ یہ آزادی اس ماحولِ شفقت و احترام کا ثمرہ تھی جو تربیتِ نبوی نے قائم کیا تھا۔

## عصری پاکستانی دینی مدارس کا تعلیمی منہج: ایک تجزیاتی مطالعہ

عہدِ نبوی کے تعلیمی و تربیتی اصولوں کا جائزہ لینے کے بعد اب ضروری ہے کہ ہم موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کو انہی معیارات کی روشنی میں پرکھیں۔ پچھلی دو ابحاث میں ہم نے دیکھا کہ عہدِ نبوی میں پہلے تربیت نے انسان کے باطن کو سنوارا اور پھر میرٹ نے اس سنورے ہوئے انسان کی قابلیت کو پہچانا اور اسے صحیح مقام دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ پاکستانی دینی مدارس اسی ترتیب اور اسی معیار پر قائم ہیں؟ یہ تجزیہ اس لیے بھی ناگزیر ہے کہ عہدِ نبوی کے اُسوۂ حسنہ اور موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے منہج کے درمیان جو خلا پایا جاتا ہے، وہ محض وقتی یا سطحی نہیں بلکہ ساختی اور فکری ہے۔

اس بحث میں ہم پاکستان کے موجودہ دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کے چار اہم پہلوؤں کا جائزہ لیں گے:

1. نصاب اور طریقۂ تدریس
2. تربیت کا موجودہ تصور
3. میرٹ کا بحران
4. سوال و مکالمے کی آزادی پر پابندیاں۔

### نظامِ تعلیم کی موجودہ صورتحال: زبانی یادداشت اور نصاب کی قدامت

موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کی سب سے نمایاں خصوصیت زبانی یادداشت (Rote Learning) پر انحصار اور نصاب کا صدیوں پرانے متون میں جمود ہے۔ ان مدارس کی اکثریت میں پڑھائے جانے والے بنیادی متون یعنی درسِ نظامی کا ڈھانچہ اٹھارہویں صدی میں مولانا نظام الدین سہالویؒ (متوفی) نے ترتیب دیا تھا، اور اس کے بعد سے اس میں بنیادی تبدیلیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔[43] اس نصاب میں فلسفہ، منطق، عربی بلاغت اور فقہ کی متعدد کتابیں شامل ہیں، لیکن جدید علوم، عصری سماجی مسائل، اور تجزیاتی صلاحیتوں کو فروغ دینے والے مضامین تقریباً غائب ہیں۔

طریقۂ تدریس بھی اسی روایت کا پابند ہے۔ طالب علم سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ متن کو زبانی یاد کرے اور استاد کے سامنے دہرا دے۔ یا پھر اس متن کو اسی نہج پر سمجھنے جس نہج پر اس مدرسے کے اکابرین نے اپنے آپ کو پابند بنایا ہوا ہے۔ فہم، تنقید، اور نئے سیاق و سباق میں اطلاق کی صلاحیت کو نہ تو پڑھایا جاتا ہے اور نہ ہی اس کا باقاعدہ


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

امتحان لیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے بلکہ اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔اس طریقے کے نتیجے میں طلبہ اگرچہ عربی اور فارسی کے پیچیدہ متون زبانی پڑھ سکتے ہیں اور اس کا ترجمہ بھی کر لیتے ہیں، لیکن ان کی اکثریت ان متون کے مفہوم، ان کی تشکیل کے تاریخی پس منظر اور ان کے عصری اطلاق سے ناواقف ہی رہتی ہے۔[44]

یہ صورتِ حال عہدِ نبوی کی اس تعلیمی نظام سے یکسر مختلف ہے جہاں قرآن وسنت کو سمجھ کر عمل کرنے پر زور دیا جاتا تھا، نہ کہ محض حروف اور الفاظ کو دہرانے پر۔ صفہ کے مدرسے میں جو کچھ پڑھایا جاتا تھا وہ عمل کے لیے تھا، اور اس عمل کی بنیاد تربیت پر تھی۔آج کے پاکستانی دینی مدارس میں یہ دونوں عناصر یعنی تربیت اور عملی تفہیم کمزور پڑ چکے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ طلبہ کو صرف وہی مفہوم سمجھنے اور یاد کرنے اور پیپر میں لکھنے پر مجبور کیا جاتا جو اس فرقے یا گروہ کے بڑوں نے سمجھا ہے چنانچہ اگر کوئی اس مفہوم کے خلاف بیان کرے یا لکھے تو اسے گمراہ سمجھا جاتا ہے۔

**تربیت کا موجودہ تصور: خوف، تشدد، اور اندھی تقلید**

عہدِ نبوی ﷺ میں تربیت کا مفہوم شفقت، تدریج، اور عزتِ نفس کی حفاظت پر مبنی تھا۔ مگر موجودہ پاکستانی دینی مدارس میں "تربیت" کے نام پر جو طریقے رائج ہیں، ان میں جسمانی سزا، نفسیاتی دباؤ، اور استاد کی غیر مشروط اطاعت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ وہ بنیادی خلا ہے جو باقی تمام خامیوں کی جڑ ہے، کیونکہ جب تربیت ہی غلط بنیادوں پر کھڑی ہو تو میرٹ اور قابلیت کا کوئی صحیح نظام بھی قائم نہیں ہو سکتا۔

مدارس میں جسمانی سزا ایک عام معمول ہے۔ طلبہ کو سبق یاد نہ ہونے، معمولی غلطیوں، یا بے توجہی پر ڈنڈے، جوتے اور تھپڑ مارے جاتے ہیں۔اس سزا کا مقصد بظاہر "تربیت" بتایا جاتا ہے، مگر حقیقت میں یہ خوف کے ذریعے کنٹرول کا طریقہ ہے۔ کئی تحقیقی رپورٹوں نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ مدارس میں جسمانی سزا کا یہ کلچر طلبہ میں عدم تحفظ، ذہنی دباؤ، اور جارحیت جیسے منفی رویوں کو جنم دیتا ہے۔[45] یہ طریقہ اس نبوی منہج کی قطعی ضد ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ بن الحکم السلمیٰ کی ایک غلطی پر ڈانٹنے کی بجائے شفقت سے سمجھایا اور مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی کو ذلیل کرنے کی بجائے نرمی سے تعلیم دی۔

اسی طرح "استاد" کا رتبہ بھی ایک ایسے مطلق العنان تصور میں بدل چکا ہے جہاں استاد کی غلطی پر بھی تنقید جائز نہیں سمجھی جاتی۔ طالب علم کے لیے لازم ہے کہ وہ استاد کے ہر قول و فعل کو بغیر چون وچرا کے تسلیم کرے۔ یہ اندھی تقلید کا کلچر اس نبوی تربیت سے یکسر مختلف ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے خود صحابہ کرام سے مشورہ کیا، ان کی رائے قبول کی، اور انہیں غلطی پر بھی عزت واحترام کے ساتھ اصلاح کا موقع دیا۔ لیکن موجودہ پاکستانی دینی مدارس میں اس طرح رویے کی وجہ سے تخلیقی


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

صلاحیتیں ابھرنے کے بجائے دب جاتی ہیں، اور طالب علم ایک ایسا "پیروکار" بن کر تیار ہوتا ہے جو اپنے مسلک اور شخصیت کی پیروی تو کر سکتا ہے، مگر اپنی عقل سے سوچنے اور دین کو اس کی اصل روح کے ساتھ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

تربیت کی یہ بنیادی خرابی آگے چل کر ایک ایسا ماحول پیدا کرتی ہے جہاں میرٹ پنپ ہی نہیں سکتا۔ جب طالب علم خوف کے سائے میں پلا ہو، جب اس کی عزتِ نفس مسلسل پامال ہوئی ہو، جب اس نے صرف اطاعت اور تقلید سیکھی ہو تو وہ نہ تو اپنی قابلیت کو پہچان سکتا ہے اور نہ ہی دوسروں کی قابلیت کو، جس کی وجہ سے ان دینی مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ عموماً احساس کمتری اور احساس برتری کے مخمصے میں مبتلا نظر آتے ہیں اور یہی تربیت کا بگاڑ میرٹ کے بگاڑ کا پیش خیمہ بنتا ہے۔

**میرٹ کا بحران: سفارش، نسب، اور قابلیت کی بے توقیری**

عہدِ نبوی ﷺ میں تربیت یافتہ افراد کی قابلیت کو پہچانا اور انہیں ان کی صلاحیت کے مطابق ذمہ داریاں سونپی جاتی تھیں۔ مگر موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے عمومی ماحول میں اس کے برعکس صورتِ حال دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہاں اکثر قابلیت اور ذہانت کی بجائے سفارش، چاپلوسی، خاندانی نسبت، اور کسی مخصوص مسلکی یا سیاسی گروہ سے وفاداری کو ترقی اور عزت کا معیار بنایا جاتا ہے۔

ان مدارس میں اساتذہ کی تقرری سے لے کر طلبہ کی صدر مدرس یا کسی تنظیمی عہدے تک رسائی تک سفارش ایک عمومی رویہ ہے۔ بڑے مدارس میں بڑے مدرس کے عہدے اکثر موروثی بن چکے ہیں، جہاں متہم کا بیٹا یا بھتیجا ہی اس کا جانشین ہوتا ہے، خواہ اس کی علمی قابلیت کسی اور سے کم ہی کیوں نہ ہو۔[46] اس کلچر نے ایک ایسا طبقہ پیدا کر دیا ہے جسے "وراثتی علماء" کہا جا سکتا ہے، اور جس کے لیے علم محض ایک پیشہ ہے نہ کہ ذاتی محنت اور قابلیت کا نتیجہ۔

اسی طرح نصاب کی تکمیل اور اسناد کی تقسیم میں بھی میرٹ کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ وفاق المدارس کے تحت ہونے والے امتحانات میں نقل اور سفارش کی شکایات عام ہیں۔[47] طلبہ کے درمیان باصلاحیت افراد کی حوصلہ افزائی کا کوئی منظم نظام نہیں ہے، جس کی وجہ سے غیر معمولی ذہانت رکھنے والے طلبہ یا تو نظام سے بیزار ہو کر مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں یا پھر اسی سفارشی اور مفاداتی ڈھانچے کا حصہ بن جاتے ہیں۔

یہ صورتِ حال ان نبوی اصولوں کے قطعی خلاف ہے جن میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کی فقاہت، حضرت زید بن ثابتؓ کو ان کی ذہانت، اور حضرت ابی بن کعبؓ کو ان کی قرآنی مہارت کی بنیاد پر اعلیٰ مقام عطا کیا گیا تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے پچھلی ابحاث میں بیان کیا کہ ان تمام صحابہ کرام کی قابلیت تربیتِ نبوی کا ثمرہ تھی۔ جب تربیت ہی خوف اور جبر پر مبنی ہو تو ایسی قابلیت پیدا ہو ہی نہیں سکتی جو میرٹ کے نظام کو چلا سکے۔


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

**سوال اور مکالمے کی آزادی پر پابندیاں**

عہدِ نبوی کی تعلیمی فضا کا ایک اہم وصف سوال کرنے اور مکالمے کی آزادی تھی، اور ہم نے دیکھا کہ یہ آزادی تربیت کے اس ماحول میں پروان چڑھی تھی جہاں شفقت، احترام اور عزتِ نفس کا بول بالا تھا۔ مگر موجودہ پاکستانی دینی مدارس میں جہاں تربیت ہی خوف اور جبر پر مبنی ہے، وہاں سوال کرنے اور مکالمے کی آزادی کا بھی کوئی تصور نہیں رہا۔

مدارس کے عمومی تعلیمی ماحول میں استاد کے استدلال پر سوال اٹھانا، کسی متن کی تشریح میں اختلاف کرنا، یا کسی نئے زاویے سے سوچنے کی کوشش کرنے کو عموماً "بے ادبی"، "گمراہی" یا "دین میں فتنہ" کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ یہ رویہ مدارس کے نصاب اور طریقۂ تدریس دونوں میں رچا ہوا ہے۔ منطق اور فلسفے کی وہ کتابیں جو کبھی اجتہادی صلاحیت کو بیدار کرنے کے لیے پڑھائی جاتی تھیں، اب محض زبانی یاد کرنے کا ذریعہ بن چکی ہیں اور ان کی عملی تطبیق سے گریز کیا جاتا ہے، بلکہ ان کے پڑھانے والے خود ان کی اطلاقیات کی فہم سے عاری ہوتے ہیں۔[48]

بہت سے مدارس میں طلبہ کے لیے یہ لازم قرار دے دیا جاتا ہے کہ وہ صرف اپنے مسلک کی کتابیں پڑھیں اور انہی پر یقین رکھیں، جبکہ دیگر مسالک یا نظریات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اس عدمِ برداشت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلبہ کی تنقیدی سوچنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ ہر نئی بات کو شبہے کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں۔

یہ صورتِ حال اس نبوی اسوہ سے یکسر مختلف ہے جہاں حضرت ام سلمہ جیسی خاتون صحابیہ نے براہِ راست علمی سوال اٹھایا تھا اور اسے نہ صرف سنا گیا بلکہ وہ سوال وحی الٰہی کا سبب بنا تھا۔ مجلسِ نبوی میں سوال کرنے کی آزادی تربیتِ نبوی کا وہ ثمرہ تھی جو ایک ایسے ماحول میں پیدا ہوئی جہاں شاگرد کی عزتِ نفس محفوظ تھی، جہاں غلطی پر ڈانٹ نہیں بلکہ حکمت سے رہنمائی ملتی تھی۔ آج کے مدارس میں جب تربیت ہی اس بنیاد سے محروم ہے تو سوال و مکالمے کی آزادی کا تصور بھی باقی نہیں رہا۔

یہ تمام خامیاں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ تربیت کا بگاڑ میرٹ کو ختم کرتا ہے، میرٹ کا فقدان سوال کرنے کی آزادی کو دباتا ہے، اور یہ سب مل کر نصاب کے جمود کو مزید پختہ کرتے ہیں۔ موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے تربیتی نظام کو نبی کے اسوۂ حسنہ سے بہت دور لے جانے والی یہ تمام خامیاں اس لیے پیدا ہوئیں کیونکہ تربیت اور میرٹ کی وہ قرآنی ترتیب جو نبی کریم ﷺ نے عملاً قائم فرمائی تھی، اس سے انحراف کر لیا گیا ہے۔


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

## تقابلی جائزہ: سیرتِ طیبہ اور موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے مابین چند بنیادی خلا

پچھلی ابحاث میں ہم نے عہدِ نبوی کے تعلیمی و تربیتی اصولوں اور موجودہ پاکستانی دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کا الگ الگ جائزہ لیا ہے۔ اب ضروری ہے کہ ان دونوں کو آمنے سامنے رکھ کر ایک منظم تقابلی جائزہ پیش کیا جائے تاکہ وہ بنیادی خلا واضح ہو سکیں جو موجودہ نظام کو اسوۂ حسنہ کے معیارات سے دور کیے ہوئے ہیں۔ اس تقابل میں بھی ہم اسی ترتیب کو برقرار رکھیں گے جو قرآن نے متعین کی اور جسے نبی کریم ﷺ نے عملاً قائم فرمایا، یعنی پہلے تربیت کا خلا اور پھر میرٹ کا خلا۔ یہ تقابل محض علمی مشق نہیں بلکہ اس تحقیق کی اصل روح ہے، کیونکہ اسی تقابل سے وہ راہ نما اصول اخذ ہوں گے جن کی بنیاد پر موجودہ نظام کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ یہ تقابل عہدِ نبوی کے مثالی اصولوں اور موجودہ مدارس کی عمومی خامیوں کے درمیان ہے، اس بحث میں ہم چار بنیادی خلا کا تجزیہ کریں گے: تربیت کا خلا، میرٹ کا خلا، ریاست سے تعلق، اور علم کا پھیلاؤ۔

### تربیت کا خلا: شفقت و تدریج کی جگہ خوف و جبر

عہدِ نبوی ﷺ میں تربیت کی بنیاد شفقت، تدریج، مشاورت اور عزتِ نفس کی حفاظت پر تھی۔ نبی کریم ﷺ سے اللہ رب العزت نے فرمایا تھا:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" ۔ [49]

صحابہ کرام کی پوری نسل اس شفقت اور نرمی کی گود میں پلی بڑھی۔ حضرت انسؓ نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی اور ایک بار بھی "اُف" نہ سنا۔ حضرت معاویہ بن الحکم السلمی نے نماز میں غلطی کی اور نہ ڈانٹ ملی، نہ مار، بلکہ حکمت سے رہنمائی ملی۔ یہی وہ ماحول تھا جس میں قابلیت پروان چڑھی اور میرٹ کا نظام قائم ہوا۔

اس کے برعکس، موجودہ پاکستانی دینی مدارس میں تربیت کا مفہوم بالکل الٹ گیا ہے۔ یہاں "تربیت" کے نام پر جسمانی سزا، نفسیاتی دباؤ اور استاد کی غیر مشروط اطاعت کا ڈھانچہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ مدارس میں جسمانی سزا کا یہ کلچر طلبہ میں عدم تحفظ، ذہنی دباؤ، اور جارحیت جیسے منفی رویوں کو جنم دے رہا ہے۔[50] جو بچہ خوف کے سائے میں پلا ہو، جس کی عزتِ نفس روز کچلی جاتی ہو، اس سے نہ تنقیدی سوچ کی توقع رکھی جا سکتی ہے اور نہ ہی کردار کی بلندی کی۔

یہ خلا محض طریقۂ تعلیم کا نہیں بلکہ فلسفۂ تربیت کا بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے نزدیک تربیت کا مقصد انسان کو آزاد، باشعور اور ذمہ دار مسلمان بنانا تھا، جبکہ آج کے مدارس کا نظام اکثر ایک ایسا مطیع و فرمانبردار افراد تیار کرتا ہے جو صرف مخصوص فرقے کے حکم کی تعمیل کرنا جانتا ہو۔ اور یہی وہ بنیادی خلا ہے جس سے باقی تمام خلا پیدا ہوتے ہیں۔


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

**میرٹ کا خلا: وفاداری نے قابلیت کی جگہ لے لی**

جب تربیت درست ہو تو میرٹ کا نظام خود بخود قائم ہو جاتا ہے، کیونکہ تربیت یافتہ انسان دوسروں کی قابلیت کو پہچانتا ہے اور اسے عزت دیتا ہے۔ عہدِ نبوی میں یہی ہوا۔ وہاں وفاداری کا مرکز صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی تھی اور اسی وفاداری نے میرٹ کو پروان چڑھایا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں کسی صحابی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں فلاں قبیلے یا فلاں شخصیت کا پیروکار ہوں اور اسی کی بنیاد پر مجھے پرکھا جائے۔ وفاداری کا یہ واضح مرکز امت کے اتحاد اور استحکام کی ضمانت تھا اور میرٹ کے نظام کی بنیاد بھی۔ اس کے برعکس موجودہ پاکستانی دینی مدارس میں وفاداری کا مرکز بکھر چکا ہے اور اسی کے ساتھ میرٹ کا نظام بھی۔ یہاں طالب علم کی پہچان اس کے مسلک، اس کی تنظیمی وابستگی، اور اس کے مخصوص شیخ یا شخصیت سے وفاداری سے بنتی ہے۔ یہ تقسیم اتنی گہری ہے کہ ایک مسلک کا مدرسہ دوسرے مسلک کی کتب کو پڑھانا تو درکنار، انہیں اپنی لائبریری میں رکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔[51]

پاکستانی دینی مدارس میں کسی شخص کی قدر اس کی قابلیت سے نہیں، بلکہ اس کی مسلکی و تنظیمی وفاداری اور پیری مریدی نسبت سے طے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں علمی صلاحیتوں کی بجائے "چاپلوسی"، "سفارش" اور "خاندانی نسبت" کو فوقیت دی جاتی ہے۔ عہدِ نبوی میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کی فقاہت کی بنا پر یمن کا گورنر بنایا گیا تھا، لیکن آج اگر وہی معیار اپنایا جائے تو بہت سے مدارس کے موجودہ عہدیدار اپنی پوزیشن کھو بیٹھیں گے۔ یہ خلا اس بات کا غماز ہے کہ جب تربیت غلط ہو تو میرٹ کی جگہ مفاد پر مبنی وفاداری لے لیتی ہے۔

**ریاست سے تعلق: مدینہ کی مثالی ریاست یا "متوازی ریاست" کا کلچر؟**

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو ریاست قائم کی، وہ امتِ مسلمہ کے لیے ایک مثالی نمونہ تھی۔ اس ریاست کی بنیاد "میثاقِ مدینہ" پر رکھی گئی، جس نے مسلمانوں، یہودیوں، اور دیگر قبائل کو ایک "امت" قرار دیتے ہوئے ریاست کے قانون کو سب پر مقدم کیا۔[52] اس دستور کے تحت تمام گروہ ریاست کی بالادستی کو تسلیم کرتے تھے اور کوئی بھی اپنی "متوازی عدالت" یا "ذاتی فوج" قائم نہیں کر سکتا تھا۔ نبی کریم ﷺ بیک وقت رسول، معلم، قاضی، اور سپہ سالار تھے، اور ریاست کا ہر ادارہ آپ ﷺ کی زیرِ نگرانی کام کرتا تھا۔

جبکہ موجودہ پاکستانی دینی مدارس کا ریاست کے ساتھ تعلق اس مثالی تصور سے یکسر مختلف ہے۔ مدارس کی ایک بڑی تعداد ریاست کے قوانین کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہے۔ ٹیکس سے استثنیٰ، آڈٹ سے گریز، اور اپنے نصاب و انتظامیہ میں حکومتی مداخلت کو "اسلام پر حملہ" قرار دینے کا رویہ عام ہے۔ بہت سے مدارس نے اپنے اندر ایک ایسی "متوازی ریاست" قائم کر رکھی ہے جس کے اپنے قوانین، اپنی عدالتیں، اور اپنی معیشت ہے۔[53]


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

یہ صورتِ حال اس "عدم مرکزیت" کو جنم دیتی ہے جو قومی یکجہتی کے لیے نقصان دہ ہے۔ جب یہ ارباب مدارس ریاست کے قانون کو کم تر سمجھتے ہیں اور اپنی خود مختاری پر زور دیتے ہیں، اور اپنے ہاں پڑھنے والے طلبہ کو بھی اس کی تربیت دیتے ہیں تو اس کا منطقی نتیجہ ریاست کی گرفت کا کمزور ہونا اور انتشار کا پھیلنا ہے۔ میثاقِ مدینہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ رویہ نبی کریم ﷺ کے قائم کردہ ریاستی نظریے سے واضح انحراف ہے۔ اور یہ انحراف بھی تربیت کے بگاڑ کا ہی نتیجہ ہے، کیونکہ جس معاشرے میں افراد کی تربیت صحیح ہو وہاں ریاستی قانون کی پاسداری کو دینی فریضہ سمجھا جاتا ہے۔

### نصاب کا مرکز اور علم کا پھیلاؤ: قرآن وسنت سے دوری اور علم کی میراث بندی

عہدِ نبوی میں تعلیم کا مرکز قرآن مجید اور خود نبی کریم ﷺ کی سنت و سیرت تھی۔ صحابہ کرام قرآن کی آیات سنتے، انہیں حفظ کرتے، ان پر غور وتدبر کرتے، اور ان پر عمل کرتے تھے۔ صفہ کے مدرسے میں جو کچھ بھی پڑھایا جاتا تھا وہ اسی مرکز کے گرد گھومتا تھا، چاہے وہ تلاوت ہو، کتابت ہو، یا جنگی تربیت۔ اور علم کو عام کرنا ہر عالم کی ذمہ داری تھی۔ جبکہ موجودہ پاکستانی دینی مدارس میں نصاب کا مرکز قرآن وسنت کی براہِ راست تفہیم کی بجائے بعد کے ادوار میں لکھے گئے فقہی، کلامی، اور منطقی متون پر منتقل ہو چکا ہے۔ درسِ نظامی کی اکثر کتب، جیسے شرح وقایہ، ہدایہ، اور قدوری، فقہ حنفی کی بنیادی متون ہیں، لیکن ان کی تدریس میں اکثر یہ نہیں پڑھایا جاتا کہ ان مسائل کا ماخذ قرآن وسنت کی کون سی آیات واحادیث ہیں، بلکہ محض متن کو زبانی یاد کروانے اور انہی کی تفہیم پر زور دیا جاتا ہے۔[54] اس خلا کا نتیجہ یہ ہے کہ مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ کو قرآن وحدیث کے براہِ راست فہم کے بجائے اپنے مسلک کی فقہی آراء رٹی ہوئی ہوتی ہیں اور دیگر مسالک کے صریح دلائل کو بڑی دیدہ دلیری اور بڑے بھونڈے طریقے سے رد کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح علم کو ایک "میراث" بنا دینے کا رجحان بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ بڑے مدارس کی مہتممی اکثر خاندانی وراثت بن چکی ہے، جہاں باپ کے بعد بیٹا خود بخود متہتم بن جاتا ہے، خواہ اس کی علمی قابلیت کچھ بھی ہو۔ جب علم کو خاندانی وراثت، مسلکی جاگیر، یا معاشی مفاد کا ذریعہ بنا لیا جائے تو وہ اس نبوی مقصد سے ہٹ جاتا ہے جس نے اسے امت کی اجتماعی ترقی کا ذریعہ بنایا تھا۔

### نتیجہ بحث

مندرجہ بالا تقابل سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ پاکستانی دینی مدارس اور عہدِ نبوی کے تعلیمی و تربیتی نظام کے درمیان جو خلا پایا جاتا ہے، وہ اتفاقی یا سطحی نہیں بلکہ بنیادی اور فکری ہے۔ سب سے پہلے اور سب سے بنیادی خلا تربیت کا خلا ہے، جہاں شفقت وتدریج کی جگہ خوف وجبر نے لے لی ہے۔ اسی خلا سے میرٹ کا خلا پیدا ہوا ہے جہاں قابلیت کی جگہ مسلکی وتنظیمی وفاداری نے لے لی ہے۔ ریاست کا مثالی تصور "متوازی طاقت" کے کلچر میں بدل چکا ہے،


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

نصاب قرآن وسنت کی براہِ راست تفہیم کی بجائے بعد کے قدیم فقہی متون کے گرد گھوم رہا ہے، اور علم امت کی مشترکہ میراث بننے کے بجائے چند گھرانوں اور گروہوں کی جاگیر بن کر رہ گیا ہے۔

## نتائج و تجاویز

اس تحقیق کا بنیادی مقصد عہدِ نبوی ﷺ کے تعلیمی و تربیتی اصولوں، بالخصوص "تربیت" اور "میرٹ" کے تصورات کو، اسی قرآنی ترتیب کے ساتھ معیار بنا کر عصری پاکستانی دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کا غیر جانبدارانہ اور علمی تقابلی جائزہ پیش کرنا تھا۔ اس جائزے کے دوران ہم نے دیکھا کہ جب تک تربیت درست نہ ہو، میرٹ کا کوئی نظام قائم نہیں ہو سکتا، اور جب تربیت اور میرٹ دونوں درست ہوں تو علم معاشرے کی اجتماعی ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اب ہم اس تحقیق کے اہم نتائج کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے چند ایسی عملی تجاویز دیں گے جو سیرتِ طیبہ سے براہِ راست اخذ کی گئی ہیں اور جن کا نفاذ مدارس کی اصلاح کے لیے ایک مؤثر لائحہ عمل ثابت ہو سکتا ہے۔

### نتائج کا خلاصہ

قرآن وسنت اور کتبِ سیرت کے گہرے مطالعے اور عصری مدارس پر موجود علمی تحقیق کے تجزیے سے درجِ ذیل مرکزی نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

1۔ **تربیت کا مسخ شدہ تصور:** نبی کریم ﷺ کا طریقۂ تربیت شفقت، تدریج، حکمت اور عزتِ نفس کی حفاظت پر مبنی تھا جیسا کہ شراب کی تدریجی حرمت اور اعرابی کے واقعے سے واضح ہے۔ قرآن نے "یُزَكِّیهِمْ" کو "یُعَلِّمُهُمُ" سے پہلے رکھ کر واضح کر دیا کہ تربیت علم و قابلیت کی بنیاد ہے۔ مگر موجودہ مدارس میں "تربیت" کے نام پر جسمانی سزا، نفسیاتی دباؤ، اور استاد کی غیر مشروط اطاعت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جو نبوی منہج سے کلی انحراف ہے اور باقی تمام خامیوں کی جڑ ہے، اس لئے اس کی اصلاح کے لئے اقدامات ضروری ہیں۔

2۔ **میرٹ کے اصول کا معدوم ہونا:** عہدِ نبوی ﷺ میں تربیت یافتہ افراد کی قابلیت کو پہچانا جاتا تھا اور انہیں ان کی صلاحیت کے مطابق ذمہ داریاں سونپی جاتی تھیں۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی فقاہت، حضرت زید بن ثابتؓ کی ذہانت، اور حضرت ابی بن کعبؓ کی قرآنی مہارت اس کی روشن مثالیں ہیں۔ اس کے برعکس پاکستانی دینی مدارس میں میرٹ کی جگہ چاپلوسی، سفارش، خاندانی نسبت، اور مسلکی و تنظیمی وفاداری نے لے لی ہے۔ یہ بگاڑ تربیت کے بگاڑ کا براہِ راست نتیجہ ہے کیونکہ خوف اور جبر کے ماحول میں قابلیت نہ پنپ سکتی ہے اور نہ ہی پہچانی جا سکتی ہے۔

3۔ **وفاداری کا منتشر مرکز:** عہدِ نبوی میں وفاداری کا مرکز صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ تھے جس نے تربیت اور میرٹ دونوں کو صحیح سمت دی۔ آج کے مدارس میں وفاداری مسلک، تنظیم اور مخصوص شخصیات میں بٹ چکی ہے۔ اسی بنا پر "میرٹ" کی بجائے "وفاداری" کو ترقی کا پیمانہ بنا دیا گیا ہے، جس سے علمی معیار مسلسل گرتا جا رہا ہے۔

4۔ **ریاست سے متصادم تعلق:** میثاقِ مدینہ نے تمام گروہوں کو ایک مرکزی قانونی نظام کے تحت لا کر ریاست کی بالادستی قائم کی تھی۔ موجودہ پاکستانی دینی مدارس کی ایک بڑی تعداد اپنے "متوازی" عدالتی، معاشی اور انتظامی ڈھانچوں کے ذریعے ریاست کی گرفت کو کمزور کر رہی ہے، جو عدمِ مرکزیت اور انتشار کا سبب ہے۔


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

یہ بھی اسی بگڑی ہوئی تربیت کا نتیجہ ہے جس میں ریاست کی پاسداری کو دینی فریضہ نہیں سمجھایا جاتا اور ہر اس کام میں ریاست کے مخالف نظریات کو ہوا دی جاتی ہے جس میں خواہ عوام الناس کی فلاح اور فائدہ ہی کیوں نہ مضمر ہو۔

**5۔ نصاب کا جمود** : صفہ کے مدرسے کا نصاب قرآن وسنت کی تفہیم کے گرد گھومتا تھا اور دنیاوی ودینی علوم میں کوئی تفریق نہیں تھی۔ عصری مدارس کا نصاب زیادہ تر بعد کے فقہی و منطقی متون تک محدود ہے اور اس میں قرآن وسنت کی براہِ راست تفہیم، عصری تقاضوں اور تنقیدی سوچ کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی مدارس کا معیاری نصاب براہ راست قرآن وسنت، احادیث وآثار صحابہ پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ ان دنیاوی اور عصری علوم پر بھی مشتمل ہونا چاہیے جس کی وجہ سے دیگر اقوام عالم دنیاوی فلاح وترقی کی منازل طے کر رہی ہیں۔

## تجاویز: سیرتِ طیبہ کی روشنی میں لائحہ عمل

### 1. سب سے پہلے تربیتی نظام کی از سرِ نو تشکیل: تشدد کی بجائے شفقت

چونکہ تربیت تمام اصلاحات کی بنیاد ہے، اس لیے سب سے پہلی اور سب سے ضروری تجویز یہ ہے کہ مدارس سے جسمانی سزا کے کلچر کا مکمل خاتمہ کیا جائے اور اس کی جگہ نبوی طریقۂ تربیت کو اپنایا جائے جو حکمت، شفقت اور تدریج پر مبنی تھا۔ اساتذہ کی تربیت کے لیے ایسے لازمی کورسز متعارف کروائے جائیں جن میں سیرتِ نبوی ﷺ سے تربیتی حکمتِ عملیوں کی تعلیم دی جائے، خاص طور پر شراب کی تدریجی حرمت کا اور حضرت معاویہ بن الحکم السلمیٰ کے ساتھ نبی ﷺ کا نرمی پر مبنی طرزِ بطور نصاب شامل ہوں۔

اساتذہ کو باقاعدہ تربیت دی جائے کہ وہ حضرت انسؓ کی دس سالہ خدمت والے واقعے کو اپنا معیار بنائیں جہاں کبھی "اُف" تک نہیں کہا گیا۔ ہر طالب علم کی عزتِ نفس کا تحفظ استاد کی اولین ذمہ داری قرار دی جائے اور اس پر باقاعدہ نگرانی کا نظام قائم کیا جائے۔ مشاورت کی روایت کو بھی فروغ دیا جائے تاکہ طلبہ فیصلہ سازی میں شریک ہوں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے غزوات میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ مزید یہ کہ اساتذہ کرام کو باقعدہ پڑھانے کی تربیت دی جائے ورنہ ایسے اساتذہ کو بھی کلاسز میں پڑھاتے دیکھا گیا ہے جو صرف ایران توران کی باتیں کرنے اور طلبہ کا قیمتی وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔

### 2. سوال اور مکالمے کی آزادی کی بحالی

تربیت کی اصلاح کے فوری بعد سوال کرنے اور مکالمے کی آزادی کو بحال کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ تربیتِ نبوی کا براہِ راست ثمرہ ہے۔ مدارس کے تعلیمی ماحول میں سوال کرنے، علمی اختلاف رائے کرنے، اور کھلے مکالمے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہ آزادی عین نبوی سنت ہے، جس کا ثبوت مجلسِ نبوی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا براہِ راست علمی سوال اٹھانا اور اس پر وحی کا نزول ہے۔


OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

طلبہ کو یہ حق دیا جائے کہ وہ کسی بھی متن یا استاد کے مؤقف پر شائستہ علمی طریقے سے سوال اٹھا سکیں اور اس کے لیے انہیں سزا یا سماجی بائیکاٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اساتذہ کی کارکردگی کا جائزہ لیتے وقت اس امر کو بھی دیکھا جائے کہ وہ اپنی کلاس میں اس آزادی کو کس حد تک فروغ دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ سوال کرنے کی آزادی اسی ماحول میں پیدا ہوتی ہے جہاں تربیت شفقت پر مبنی ہو، اس لیے یہ تجویز پہلی تجویز کی تکمیل ہے۔

### 3. میرٹ کی بنیاد پر شفاف نظام تقرری و ترقی

جب تربیت کا نظام درست ہو جائے تو اگلا لازمی قدم میرٹ کا نظام قائم کرنا ہے۔ مدارس میں اساتذہ کی تقرری، انتظامی عہدوں پر فائز گی، اور طلبہ کی ترقی کے لیے ایک شفاف اور قابلیت پر مبنی نظام وضع کیا جائے۔ اس نظام کی تشکیل میں نبی کریم ﷺ کا وہ طریقہ نمونہ بن سکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی علمی فقاہت کو جانچنے کے بعد انہیں یمن کی اہم ذمہ داری سونپی، اور جس میں آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ان کی قابلیت کی بنا پر نسب اور عمر کی قید کے بغیر سپہ سالار مقرر فرمایا۔ تمام تقرریوں کے لیے باقاعدہ تحریری و زبانی امتحانات، تدریسی مظاہرے اور علمی قابلیت کی جانچ کو لازمی قرار دیا جائے اور کسی بھی قسم کی سفارش یا خاندانی نسبت کو ناقابلِ قبول قرار دیا جائے۔ باصلاحیت طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے وظائف، اعزازات اور اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ ذہانت اور محنت کو اس کا حق ملے۔

### 4. وفاداری کے مرکز کو اللہ و رسول کی طرف پھیرنا

مدارس کے نصاب اور تربیت میں اس بات کو مرکزی حیثیت دی جائے کہ ہر مسلمان کی حتمی وفاداری اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے، نہ کہ کسی مسلک، جماعت یا شخصیت کے ساتھ۔ اس کے لیے قرآن مجید کی وہ آیات جو امتِ واحدہ کے تصور کو پیش کرتی ہیں جیسے **"اِنَّ ہٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً"**،[55] کو مرکزی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ بین المسالک مکالمے کے پروگرام منعقد کیے جائیں اور طلبہ کو تمام مستند مکاتبِ فکر کا تعارفی مطالعہ کرایا جائے تاکہ وہ وسعتِ ظرف کے ساتھ اختلاف رائے کی مہذب روایت کو اپنا سکیں۔ جب وفاداری کا مرکز درست ہو تو میرٹ کا نظام خود بخود مستحکم ہوتا ہے کیونکہ پھر ذاتی مفاد کی جگہ اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

### 5. ریاست کے ساتھ تعلق کی نئی تشکیل: میثاقِ مدینہ کی روشنی میں

مدارس اور حکومت کے درمیان تعلق کو میثاقِ مدینہ کی روشنی میں از سرِ نو واضح کیا جائے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ مدارس ریاست کے مرکزی قوانین یعنی رجسٹریشن، مالیاتی شفافیت، آڈٹ اور نصاب کے بنیادی معیارات کی پاسداری کریں اور بدلے میں ریاست انہیں اپنی تعلیمی پالیسیوں میں ایک باعزت مقام دے۔ میثاقِ مدینہ


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

نے مدینہ کے تمام گروہوں کو ایک قوم قرار دیتے ہوئے ریاست کو مرکزی اتھارٹی تسلیم کیا تھا۔ اسی اصول کے تحت مدارس کو چاہیے کہ وہ اپنی متوازی عدالتوں اور غیر رسمی معاشی ڈھانچوں کو ریاست کے دائرۂ قانون کے تحت لائیں تاکہ عدمِ مرکزیت کا خاتمہ ہو اور قومی یکجہتی کو فروغ ملے۔

### 6. نصاب کی ہمہ گیری اور تجدید

درسِ نظامی کے جمود کو توڑتے ہوئے ایک ایسا نصاب ترتیب دیا جائے جس میں قرآن و حدیث کو براہِ راست فہم کی بنیاد بنایا جائے اور عصری علوم جیسے سائنس، ریاضی، معاشیات اور عالمی تاریخ کو بھی مناسب مقام دیا جائے۔ صفہ کے مدرسے کی طرح دینی و دنیاوی علوم کی تفریق کو ختم کیا جائے جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ عصری مہارتوں کا حصول بھی دینی نصاب کا حصہ ہونا چاہیے۔ اس اصول کو آج کے تناظر میں لاگو کرتے ہوئے جدید علوم و فنون کو نصاب میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ نصاب کی یہ تجدید تربیت کی درستگی کے بعد ہی ممکن ہے، کیونکہ جب تربیت یافتہ اساتذہ ہوں گے تبھی نیا نصاب صحیح طریقے سے پڑھایا جا سکے گا۔

### 7. علم کی اشاعت اور خاندانی اجارہ داری کا خاتمہ

مدارس میں مہتمم اور تدریسی عہدوں کو خاندانی وراثت بننے سے روکنے کے لیے واضح اصول وضع کیے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی ہر مدرسے کے لیے لازم کیا جائے کہ وہ اپنے فارغ التحصیل طلبہ کو مختلف علاقوں میں لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھیجنے اور کا ایک منظم پروگرام ترتیب دے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے شاگردوں کو مختلف علاقوں میں لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تعینات کیا کرتے تھے۔ علم کو چھپانے کی مذمت پر قرآن و حدیث کے واضح بیانات کو مدارس کے آئین کا حصہ بنایا جائے تاکہ ہر استاد اور طالب علم اس اصول کو اپنی ذمہ داری سمجھے۔ یہ آخری تجویز بھی تربیت کی اصلاح پر منحصر ہے، کیونکہ جس شخص کی تربیت خدمتِ خلق کی بنیاد پر ہوئی ہو وہ علم کو چھپائے گا نہیں بلکہ پھیلائے گا۔

یہ تمام تجاویز ایک مربوط سلسلے کی کڑیاں ہیں جن کی ابتداء تربیت سے ہوتی ہے اور اختتام علم کی اشاعت پر۔ یہ بالکل وہی ترتیب ہے جو قرآن نے سورۃ الجمعہ میں بیان کی اور جسے نبی کریم ﷺ نے صفہ کے مدرسے سے لے کر یمن کے گورنر تک، اور مدینہ کی گلیوں سے لے کر غزوات کے میدان تک، عملاً قائم فرمایا۔ یہ تجاویز کسی بیرونی یا مستشرقانہ فکر سے ماخوذ نہیں ہیں، بلکہ یہ اس دین کے بانی ﷺ کی زندگی کے ان روشن اصولوں پر مبنی ہیں جنہیں امت مسلمہ کا ہر فرد حتمی سچائی مانتا ہے۔ مدارس کی اصلاح کے لیے یہی سب سے محفوظ، قابلِ قبول، اور مؤثر راستہ ہے۔ اگر پاکستانی دینی مدارس ان اصولوں کو اسی ترتیب کے ساتھ اپنے نظام کا حصہ بنالیں تو نہ صرف ان کی اندرونی خامیاں دور ہوں گی، بلکہ وہ ایک بار پھر امت کی تعمیر و ترقی کا مؤثر ذریعہ بن سکتے ہیں۔


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

## حوالہ جات

[1] القرآن الکریم، سورۃ العلق:1
[2] ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر224، دار إحیاء الکتب العربیہ، بیروت، لبنان، 1952ء، ج1، ص81
[3] القرآن الکریم، سورۃ الجمعہ:2
[4] القرآن الکریم، سورۃ فاطر:28
[5] ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالعلم النافع، حدیث نمبر3843، ج2، ص1268 (بحوالہ بالا)
[6] ابن سعد، محمد بن سعد الزہری، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، لبنان، 1968ء، ج2، ص22
[7] القرآن الکریم (الاحزاب:21)
[8] مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء، حدیث نمبر1478، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ب تا، ج2، ص1104
[9] مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث نمبر746، ج1، ص513 (بحوالہ بالا)
[10] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین، حدیث نمبر631، دار طوق النجاۃ، بیروت، لبنان، 1422ھ، ج1، ص120
[11] بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1991ء، ص24
[12] مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ، حدیث نمبر1917، ج3، ص1522 (بحوالہ بالا)
[13] القرآن الکریم، سورۃ الانفال:60
[14] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب طلب العلم، حدیث نمبر3645، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ب تا، ج4، ص71
[15] القرآن الکریم، سورۃ الجمعہ:2
[16] القرآن الکریم، سورۃ النحل:67
[17] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ:219
[18] القرآن الکریم، سورۃ النساء:43
[19] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ:90
[20] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب "یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْخَمْرِ"، حدیث نمبر4620، ج6، ص87 (بحوالہ بالا)
[21] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب تألیف القرآن، حدیث نمبر4993، ج6، ص183 (بحوالہ بالا)
[22] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران:159
[23] مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ، حدیث نمبر537، ج1، ص381 (بحوالہ بالا)
[24] مسند امام احمد، احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد، حدیث نمبر22211، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، 1421ھ/2001ء، ج36، ص545
[25] مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات، حدیث نمبر285، ج1، ص236 (بحوالہ بالا)
[26] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران:159
[27] ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1990ء، ج2، ص197
[28] (ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری، السیرۃ النبویۃ، ج3، ص30 (بحوالہ بالا)
[29] ابن سعد، محمد بن سعد الزہری، الطبقات الکبری، 1968ء، ج2، ص67 (بحوالہ بالا)
[30] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب حسن الخلق، حدیث نمبر6038، ج7، ص147 (بحوالہ بالا)
[31] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب إذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلاۃ، حدیث نمبر516، ج1، ص97 (بحوالہ بالا)


CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 10 | October 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 31, 2026

[32] القرآن الکریم ، سورۃ الحجرات:13

[33] ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری، السیرۃ النبویۃ، ج4، ص237 (بحوالہ بالا)

[34] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث معاذ الی الیمن، حدیث نمبر 4341، ج5، ص169 (بحوالہ بالا)

[35] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل، حدیث نمبر 3791، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ب تا، ج5، ص696

[36] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب طلب العلم، حدیث نمبر 3645، ج4، ص71 (بحوالہ بالا)

[37] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ"، حدیث نمبر 4679، ج6، ص98 (بحوالہ بالا)

[38] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب "وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ"، حدیث نمبر 3805، ج5، ص195 (بحوالہ بالا)

[39] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بن کعب، حدیث نمبر 3793، ج5، ص699 (بحوالہ بالا)

[40] ابن حبان، محمد بن حبان البستی، صحیح ابن حبان، کتاب العلم، باب ذکر اخبار النبی ﷺ، حدیث نمبر 7137، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء، ج16، ص305

[41] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ اسامہ بن زید الی الحرقات من جہینۃ، حدیث نمبر 4469، ج5، ص204 (بحوالہ بالا)

[42] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ الاحزاب، حدیث نمبر 3211، ج5، ص341 (بحوالہ بالا)

[43] Rahman, Tariq, Denizens of Alien Worlds: A Study of Education, Inequality and Polarization in Pakistan, Oxford University Press, Karachi, Pakistan, 2004, p. 78.

[44] Fair, C. Christine, The Madrassah Challenge: Militancy and Religious Education in Pakistan, United States Institute of Peace Press, Washington, D.C., USA, 2008, pp. 45–47.

[45] Ali, Saleem H., Islam and Education: Conflict and Conformity in Pakistan's Madrassahs, Oxford University Press, Karachi, Pakistan, 2009, p. 115.

[46] Ibid., p. 112.

[47] Rahman, Denizens of Alien Worlds, p. 93.

[48] Fair, The Madrassah Challenge, p. 71.

[49] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران:159

[50] Ali, Islam and Education, p. 115.

[51] Rahman, Denizens of Alien Worlds, p. 82.

[52] ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب العلمیۃ، ج2، ص106–111 (بحوالہ بالا)

[53] Fair, The Madrassah Challenge, pp. 58–60.

[54] Ali, Islam and Education, p. 98.

[55] القرآن الکریم، سورۃ الانبیاء:92


CC BY